نظریہ خود مختار جموں کشمیر

امان اللہ خان

سپریم ہیڈ: جموں کشمیر لبریشن فرنٹ

Published By: Team JKLF

نظریہ ء

خود مختار جموں وکشمیر

پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء
دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء
تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء
چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۱ء
پانچواں ایڈیشن ۱۹۹۱ء
چھٹا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۲ء
ساتواں ایڈیشن ۱۹۹۳ء
آٹھواں ایڈیشن جموں کشمیر نیشنل لبریشن آرمی
نواں ایڈیشن ۲۰۱۰ء

اس کتاب کی طباعت کے لیے خواجہ محمد لطیف (JKLF) نیوٹن برانچ برطانیہ نے اعانت فرمائی۔

انتساب

سرزمین جموں کشمیر کے ان مایہ ناز سپوتوں کے نام جنہوں نے اپنے محکوم، جبری طور پر منقسم اور روندے گئے مادر وطن کی مکمل خودمختاری کے لیے جانی، جسمانی، ذہنی اور مالی قربانیاں دیں اور ان کے نام بھی جو اب دے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے۔

نظریہ خودمختار جموں کشمیر (چوتھا ایڈیشن)

پیش لفظ

قارئین کرام! اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ مسئلہ جموں کشمیر گزشتہ تریسٹھ سال سے اہل کشمیر کے لیے بھی بے شمار مصائب کا موجب بنا ہوا ہے اور بھارت اور پاکستان کے لیے بھی باہمی کشیدگی اور دو تباہ کن جنگوں کا باعث۔ یہی نہیں بلکہ آج جموں کشمیر میں اہل جموں کشمیر اور بھارتیوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں اگر یہ مسئلہ ایسے ہی لٹکا رہا تو آئندہ بھی تینوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔ اس لیے یہ بات تینوں کے بہترین مفاد میں ہے کہ اس کا کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے جو بھارت، پاکستان اور خاص کر جموں کشمیر کے اصل مالکوں یعنی اہل جموں کشمیر کے بہترین قومی مفاد میں ہو۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پوری ریاست کی مکمل خودمختاری تینوں فریقوں کے بہترین مفاد میں ہے اور اس نظریئے کے حق میں ہمارے پاس ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل ہیں۔ بھارت اور پاکستان میں اکثر لوگ اس نظریئے کی مخالفت اس لیے کررہے ہیں کہ اس کے نتیجے میں بھارت اور پاکستان کو ریاست کے ان علاقوں سے دستبردار ہونا پڑے گا جو اس وقت ان کے قبضے اور کنٹرول میں ہیں۔ ان لوگوں کو یا تو ان بے شمار اور اہم فوائد کا اندازہ نہیں جو ریاست کی مکمل خودمختاری سے دونوں ملکوں کو حاصل ہو جائیں گے یا ان کی ہوس ملک گیری ان حقائق کو ان نظروں سے اوجھل رکھے ہوئے ہے۔

اندرون ریاست نظریہ خودمختار جموں کشمیر کے مخالفین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک بڑا عنصر چڑھتے سورج کے پجاریوں اور مفاد پرستوں کے ان ٹولوں پر مشتمل ہے جو اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر یا ذاتی، گروہی، علاقائی اور فرقہ وارانہ مفادات کے تحفظ کے لیے اس نظریئے کی مخالفت کررہا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو ان مفاد پرستوں کے بے بنیاد جموں پروپیگنڈے سے متاثر ہے اور تیسرا عنصر ان لوگوں پر مشتمل ہے جو جموں کشمیر کی تاریخ، مسئلہ جموں کشمیر کے پس منظر اور ریاست کی اقتصادی، سیاسی، دفاعی اور سماجی قوت کے بارے میں حقائق سے بالکل بے خبری یا ان کے بارے میں کم علمی کی وجہ سے ریاست کی مکمل خودمختاری کے نظریئے کو ناقابل عمل یا ناقابل حصول سمجھتا ہے۔

یہ کتابچہ ان کشمیریوں، پاکستانیوں اور بھارتیوں کے لیے ہے جو صدق دل سے چاہتے ہیں کہ مسئلہ جموں کشمیر کو منصفانہ طور پر حل کیا جانا چاہیے لیکن غلط پروپیگنڈے یا معلومات کی کمی کی وجہ سے نظریہ خودمختار جموں کشمیر کو تینوں ملکوں کے مفادات کے خلاف یا ناقابل عمل

تصور کرتے ہیں۔

اس موضوع سے متعلق میرے دلائل کو زیادہ موثر بنانے اور موضوع کے مختلف پہلوؤں کو زیادہ قابل فہم بنانے کے لیے ضروری تھا کہ انہیں سوال و جواب کی شکل میں پیش کیا جائے۔

مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ اس مختصر کتابچے کی تنگ دامنی اس وسیع موضوع اور دلائل سے پورا انصاف کرنے میں مانع رہی ہے۔ بایں ہمہ مجھے امید ہے کہ قارئین کرام حقائق اور دلائل کے اس ناگزیر اختصار کو نظرانداز کر کے ان کی روح اور مقصد کی روشنی میں ان دلائل اور حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

امان اللہ خان

مئی ۱۹۹۱ء

مظفرآباد۔ آزاد جموں وکشمیر

س1: آپ کی نظر میں مسئلہ جموں کشمیر کا بہترین حل کیا ہے؟

ج: ہماری نظر میں مسئلہ جموں کشمیر کا بہترین حل یہ ہے کہ جبری طور پر منقسم ریاست جموں کشمیر کو (جس میں وہ تمام علاقے شامل ہوں جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اس میں شامل تھے) دوبارہ متحد کر کے اسے ایک آزاد خودمختار مملکت بنایا جائے۔ ہماری نظر میں اس مسئلے کا یہی حل کشمیری عوام کے علاوہ بھارت اور پاکستان کے بھی بہترین مفاد میں ہے۔

س2: کیا مسئلہ جموں کشمیر کا یہ حل ۱۹۴۷ء کے قانون آزادی ہند کے منافی نہیں جس کے تحت برصغیر میں بھارت اور پاکستان کی دو مملکتوں میں تقسیم کیا گیا تھا؟

ج: جموں کشمیر کی مکمل خودمختاری قانون آزادی ہند کے منافی نہیں۔ اس قانون کے تحت ہندو مسلم آبادی کے لحاظ سے علاقوں کو پاکستان یا بھارت میں شمولیت کے اصولوں کا اطلاق صرف برطانوی ہند یعنی ان علاقوں پر ہوتا تھا جو براہ راست حکومت برطانیہ کے ماتحت تھے۔ برصغیر کی تقسیم کے اس اصول کا اطلاق برصغیر کی نیم مختار شخصی ریاستوں پر جن میں ریاست جموں وکشمیر بھی شامل تھی نہیں ہوتا تھا۔ مذکورہ قانون کے تحت ان نیم خودمختار ریاستوں کو حق حاصل تھا کہ وہ چاہیں تو بھارت پاکستان سے الحاق کریں، چاہیں تو آزاد و خودمختار رہیں۔

س3: کیا بھارت یا پاکستان کے لیڈروں یا حکومتوں نے کبھی کشمیر کی مکمل خودمختاری کے نظریے سے اتفاق کیا ہے یا اس سلسلے میں کوئی وعدہ کیا ہے؟

ج: جی ہاں! بالکل کیا تھا۔ برصغیر کی آزادی سے پہلے اور بعد دونوں ملکوں کے لیڈروں اور حکومتوں کی طرف سے کشمیر کی مکمل خودمختاری کے حق میں واضح اعلانات اور وعدے ہوئے تھے۔ بانی پاکستان اور آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۷ جون ۱۹۴۷ء کو ایک مفصل اور واضح پالیسی بیان کے ذریعے مسلم لیگ کے اس نظریئے کی پوری طرح وضاحت کی تھی کہ برصغیر کی نیم خودمختار شخصی ریاستوں (PRINCELY STATES) کو قانون آزادی ہند ۱۹۴۷ء کے تحت یہ حق حاصل ہے کہ وہ بھارت یا پاکستان کی آئین ساز اسمبلیوں سے الحاق کریں یا مکمل خودمختاری کا اعلان کریں۔ اس کے بعد ۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو انہوں نے کشمیری لیڈروں کے ایک وفد سے ملاقات کے بعد ریاست جموں وکشمیر کا واضح طور پر ذکر کرتے ہوئے اور اپنے ۱۷ جون والے بیان کا اعادہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ریاست جموں کشمیر اگر چاہے تو اپنی خودمختاری کا اعلان کر سکتی ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو پاکستان کو اس کے ساتھ ایسے معاملات پر معاہدے کرنے میں خوشی ہوگی جو پاکستان اور ریاست جموں کشمیر دونوں کے مفاد میں ہوں۔ بانی پاکستان کے بیانات ۱۸ جون اور ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء کے اخبارات خاص کر پاکستان ٹائمز میں نمایاں طور پر شائع ہوئے تھے۔ پاکستان اور ریاست جموں کشمیر کی حکومتوں کے مابین جوں کا توں معاہدہ (STANDSTILL AGREEMENT) بھی دو خودمختار حکومتوں کے مابین ایک معاہدے کی شکل میں تھا۔ اس کے بعد ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب کشمیری حریت پسندوں نے پوری ریاست جموں کشمیر کو ایک جمہوریہ بنانے کے لیے ایک انقلابی حکومت

بنائی تو پاکستان نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس حکومت کے قیام کا اعلان ہی پاکستان کے اہم شہر راولپنڈی سے کیا گیا تھا اور اس اعلان کی بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے علاوہ پاکستان کے ذرائع ابلاغ نے بھی خوب تشہیر کی تھی۔ ۴ اکتوبر کی بنی ہوئی آزاد حکومت کی جب ۲۴ اکتوبر کو ترتیب نو ہوئی تو نئی حکومت نے بھی جو حکومت پاکستان کے زیر اثر تھی، ۴ اکتوبر کی انقلابی حکومت کے اعلان کی تردید نہیں کی۔ اس کے بعد اگرچہ سرکاری طور پر حکومت پاکستان نے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو بھارت یا پاکستان سے الحاق پر محدود کر دیا لیکن کبھی کبھی پاکستان کے نمائندے، جن میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے کچھ سفیر بھی شامل تھے، کشمیر کی خودمختاری کے حق میں بھی بیان دیتے رہے۔

جولائی ۱۹۶۱ء میں پاکستان کے سابق صدر ایوب خان نے نیویارک میں پریس کانفرنس کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان کشمیریوں کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ریاست کو ایک آزاد و خودمختار مملکت بنا سکتے ہیں۔

جہاں تک بھارت کا تعلق ہے اس کی طرف سے پوری ریاست کی مکمل خودمختاری کے حق میں درجنوں بار قومی اور بین الاقوامی سطح پر اعلانات ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں صرف دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

1- اقوام متحدہ میں بھارتی وفد کے سربراہ نے ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''ہم نے کشمیری عوام کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ وہ جموں کشمیر میں زندگی معمول پر آنے کے بعد اس بات کا آزادانہ طور پر فیصلہ کریں کہ آیا جموں کشمیر کو بھارت سے اپنے الحاق کو منسوخ کرنا چاہیے، پاکستان سے الحاق کرنا چاہیے یا ایک آزاد مملکت بن کر اقوام متحدہ کی رکنیت طلب کرنی چاہیے۔'' سفیر موصوف نے ۲۳ فروری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل میں ایک بار پھر حکومت بھارت کے اس اعلان کو دھرایا۔

۲۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے ۹ جولائی ۱۹۵۱ء کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ساتھ مسئلہ جموں کشمیر پر رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''جموں کشمیر کو بھارت یا پاکستان کے لیے ایک تحفہ تصور کر کے غلطی کی جا رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ جموں کشمیر کوئی بکاؤ مال نہیں، نہ ہی خریدی جا سکنے والی جنس ہے۔ اس کا اپنا ایک علیحدہ تشخص ہے اور اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حتمی حق اس کے عوام کو ہی حاصل ہونا چاہیے۔'' پنڈت نہرو نے بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر کے لیے آئین ساز اسمبلی کے قیام اور آئین سازی کو (جس کے تحت کشمیر کا اپنا صدر، اپنا وزیر اعظم، اپنا قومی پرچم، اپنی قومی زبان اور اپنے قوانین تھے) ریاست کی مکمل خودمختاری کی طرف پہلا عملی قدم قرار دیا تھا۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے کمیشن برائے بھارت و پاکستان کی مسئلہ کشمیر پر ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد جس پر بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے بھی دستخط کیے تھے، کے تحت کشمیری عوام کو حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی آزادانہ رائے کے مطابق پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ اس رائے شماری میں کشمیریوں کی خواہش کو بھارت یا پاکستان سے الحاق تک محدود نہیں کیا گیا تھا جس کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ وہ ریاست کی خودمختاری کے حق میں بھی فیصلہ دے سکتے تھے اور بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے اس قرارداد کو تسلیم کر کے جموں کشمیر کی خودمختاری کے اصول کو تسلیم کیا تھا۔

متذکرہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے مختلف مرحلوں پر جموں کشمیر کی مکمل خودمختاری کے نظریئے کو اصولاً تسلیم کیا ہے۔

س4: کیا خودمختار جموں کشمیر کا نظریہ اس دوقومی نظریے کے منافی نہیں جس کے تحت برصغیر تقسیم ہوا تھا؟

ج: جی نہیں' ایسا نہیں ہے۔ دوقومی نظریئے کا اطلاق بھی بنیادی طور پر برطانوی ہند پر ہی ہوتا تھا۔ اگر اس نظریئے کا اطلاق نیم خودمختار ریاستوں پر بھی ہوتا تو پاکستان ہندو اکثریتی ریاست جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق منظور نہ کرتا نہ ہی دوسری مسلم اکثریتی ریاست حیدرآباد (دکن) کی مکمل خودمختاری کی حمایت کرتا۔ ریاستوں پر دوقومی نظریے کے اطلاق کی صورت میں یہ دونوں ریاستیں خود بخود بھارت کا حصہ بن جاتیں۔ اگر دوقومی نظریہ کا اطلاق ریاستوں پر ہوتا تو مسلم لیگ کے صدر جموں کشمیر کی خودمختاری کی بات نہ کرتے نہ ہی بعد میں پاکستان جموں کشمیر میں رائے شماری پر راضی ہوتا کیونکہ کوئی بھی شخص یا ملک اپنی ملکیت اور علاقے پر دوسروں کو شریک یا فریق نہیں بنا سکتا۔

س5: جموں کشمیر برصغیر کا حصہ ہے۔ کیا اس کو خودمختار رہنے کی بجائے بھارت یا پاکستان کا حصہ نہیں بننا چاہیے؟

ج: ریاست جموں کشمیر کا برصغیر کا لازمی حصہ ہونے کی یہ دلیل اول تو تاریخی حیثیت سے درست نہیں۔ جموں کشمیر اپنی طویل تاریخ میں کل کے چوتھے حصے سے بھی کم عرصے تک برصغیر کے حکمرانوں کے ماتحت رہا ہے۔ باقی عرصے میں وہ آزاد وخودمختار رہا ہے۔ ریاست میں مسلمانوں کے برسر اقتدار آنے سے پہلے اس پر بائیس خاندانوں نے حکومت کی تھی۔ جن میں سے اٹھارہ خاندان مقامی تھے جن کے ادوار حکومت میں جموں کشمیر ایک آزاد وخودمختار مملکت تھا۔ مسلمانوں نے جموں کشمیر پر چار سو اسی حکومت کی' جن میں سے دو سو چالیس سال تک کشمیر ایک آزاد مملکت تھا۔

اگر کبھی برصغیر کا حصہ رہنے کی بناء پر جموں کشمیر کے لیے بھارت یا پاکستان کا حصہ بننا ضروری ہو سکتا ہے تو پھر پاکستان' بنگلہ دیش' سری لنکا کی آزادی کا بھی کوئی جواز نہیں تھا۔ ان سب کو بھارت کا حصہ رہنا چاہیے بلکہ بھارت سمیت ان سب ممالک کو برطانیہ کا حصہ رہنا چاہیے تھا کیونکہ یہ سارے ملک بڑی مدت تک تاج برطانیہ کے تحت رہے ہیں۔ الغرض اس دلیل میں کوئی وزن نہیں کہ جموں کشمیر کو لازمی طور پر بھارت یا پاکستان کا حصہ بن جانا چاہیے۔

س6: جموں کشمیر کی خودمختاری کا مطالبہ کر کے آپ پاکستان اور بھارت میں علیحدگی کی تحریکوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ان دونوں ملکوں کے مزید ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کا یہ مطالبہ بھارت دشمنی اور پاکستان دشمنی پر مبنی نہیں؟

ج: جموں کشمیر کی تحریک آزادی برصغیر کی دوسری علاقائی تحریک سے بالکل مختلف اہمیت کی ہے۔ مسئلہ کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور آج بھی اقوام متحدہ کے ایجنڈے میں شامل ہے۔ ہمارے حق خودارادیت کو بھارت اور پاکستان نے ہی نہیں' اقوام متحدہ اور عالمی برادری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ بھارت یا پاکستان کی کوئی بھی علاقائی تحریک اس طرح بین الاقوامی سطح پر مسلمہ نوعیت کی حامل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہماری تحریک علیحدگی کی کوئی تحریک نہیں۔ اس لیے کہ ریاست جموں کشمیر آئینی طور پر بھارت یا پاکستان کا حصہ نہیں اور ریاست کی اس آئینی حیثیت کو اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کیا ہے جس کا ثبوت اقوام متحدہ کی

طرف سے شائع ہونے والے وہ نقشے ہیں جن میں ریاست جموں کشمیر کو بھارت اور پاکستان، دونوں سے علحدہ دکھایا گیا ہے جب ریاست دونوں میں سے کسی کا حصہ نہیں تو ہماری خودمختاری کی تحریک کو علیحدگی کی تحریک کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اگر بھارت اور پاکستان کی حکومتیں اپنے ہاں کی علیحدگی کی تحریکوں کو روکنا چاہتی ہیں تو انہیں چاہیے کہ ان تحریکوں سے متعلق لوگوں کے جائز مطالبات تسلیم کریں۔ اگر ان کے جائز مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو یہ تحریکیں جموں کشمیر کی خودمختاری کے بغیر بھی کامیاب ہو جائیں گی۔ جیسے مشرقی پاکستان، پاکستان سے الگ ہو گیا اور اگر جائز مطالبات تسلیم ہوئے تو جموں کشمیر کی خودمختاری کے باوجود یہ تحریکیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ اس لیے یہ کہنا کہ کشمیر کی خودمختاری کی تحریک بھارتی دشمنی یا پاکستان دشمنی پر مبنی ہے، آزادی کشمیر کے خلاف ایک عذر لنگ کے سوا کچھ نہیں۔

س 7: جموں کشمیر ماضی میں بھی کبھی خودمختار نہیں رہا۔ اس کی خودمختاری کا اب کیا جواز ہے؟

ج: یہ کہنا کہ جموں کشمیر کبھی خودمختار نہیں رہا۔ تاریخ کشمیر سے متعلق سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کشمیر اپنی چھ ہزار سالہ تاریخ کے تین چوتھائی سے زیادہ عرصہ کے دوران ایک آزاد و خودمختار مملکت رہا ہے، سلطان شہاب الدین (۱۳۵۴ء تا ۱۳۷۳ء) اور سلطان زین العابدین بڈشاہ (۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء) کے زمانوں میں مملکت کشمیر موجودہ چینی ترکستان اور سابقہ روسی ترکستان سے لے کر زیریں سندھ تک پھیلی ہوئی تھی اور موجودہ پاکستان کے بیشتر علاقے اور بھارت کا مشرقی پنجاب مملکت جموں کشمیر میں شامل تھے۔ (دیکھیے مشمولہ نقشہ)

ان حقائق کے پیش نظر یہ کہنا کہ کشمیر کبھی خودمختار نہیں رہا تاریخی حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں اگر کشمیر پہلے خودمختار نہ بھی رہا ہوتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آئندہ بھی اس کی خودمختاری کا کوئی جواز نہیں۔ پاکستان تاریخ میں پہلی بار ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا۔ اس سے قبل اس نام کی یا ان علاقوں پر مشتمل کوئی مملکت نہ تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تحریک پاکستان یا پاکستان کے قیام کا کوئی جواز نہیں تھا۔

س 8: بھارت اور پاکستان کو جموں کشمیر کی خودمختاری سے کیا فائدہ ہوگا، جو وہ اس پر راضی ہو جائیں؟

ج: کشمیر کی مکمل خودمختاری سے بھارت اور پاکستان دونوں کے لیے نقصان کی نسبت کہیں زیادہ اور اہم فائدے ہیں۔ بشرطیکہ دونوں اس مسئلے کو خودغرضی اور اپنی جھوٹی انا کی عینک سے دیکھنے کی بجائے اس مسئلے پر ٹھنڈے دل اور وسعت قلبی سے غور کریں ان فوائد میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ ریاست کی مکمل خودمختاری اس مسئلے کا واحد حل ہے جس میں بھارت یا پاکستان کو شکست کا احساس نہیں ہو سکتا نہ ہی کسی قومی انا کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے۔ پاکستان کو اطمینان ہوگا کہ مسلم اکثریتی جموں کشمیر بھارت کے قبضے سے آزاد ہو گیا اور بھارت مطمئن ہو گا کہ وہ پاکستان کا حصہ نہیں بنا۔ علاوہ ازیں جموں کشمیر کو آزادی دینے سے بین الاقوامی سطح پر بھی دونوں کا امیج آزادی پسند قوموں کی حیثیت سے ابھر جائے گا اور دونوں بین الاقوامی سطح پر اس تضحیک سے بچ جائیں گے جو کشمیریوں کو آزادی نہ دینے کی صورت میں ان کی ہونے والی ہے۔

مملکتِ کشمیر سلطان شہاب الدین کے عہد میں

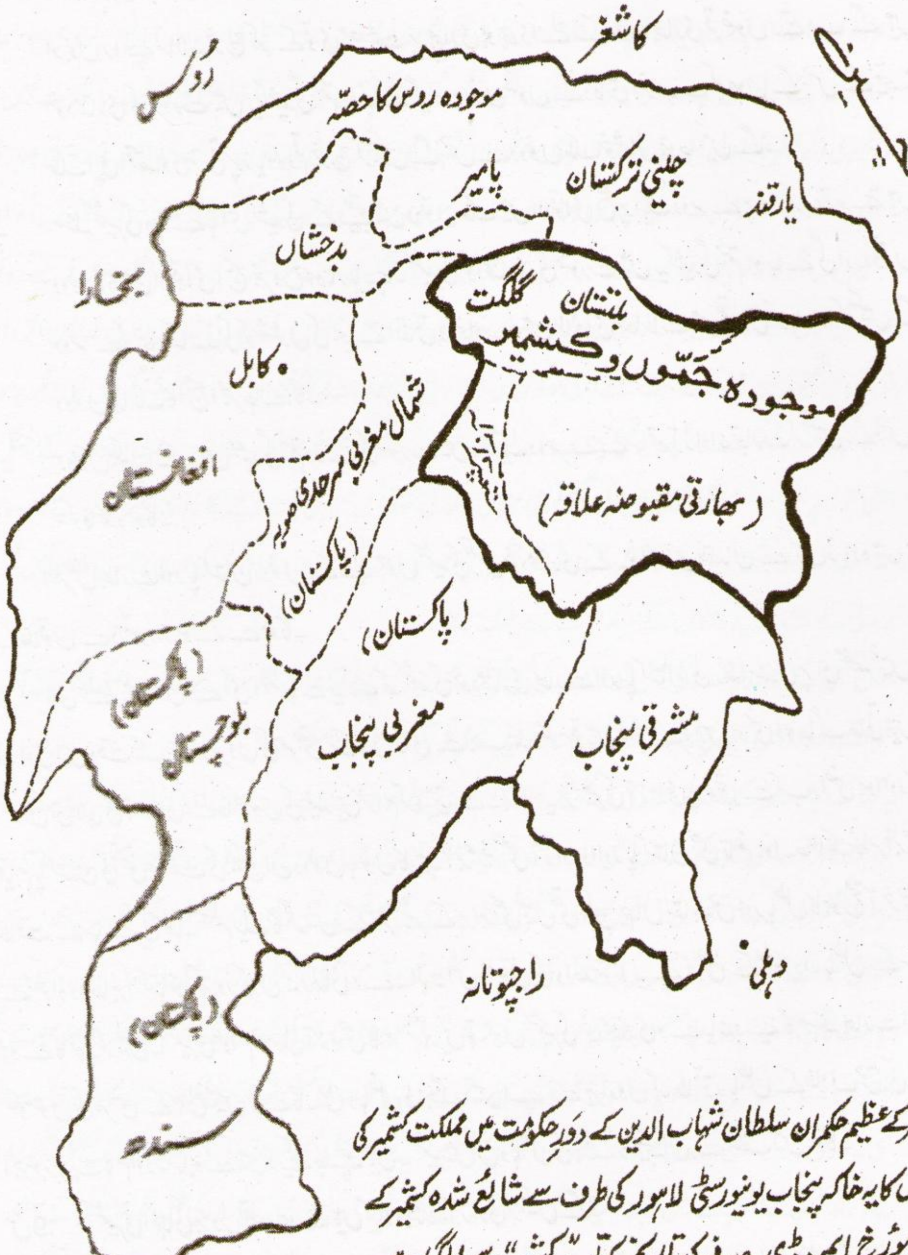

نوٹ: کشمیر کے عظیم حکمران سلطان شہاب الدین کے دورِ حکومت میں مملکت کشمیر کی سرحدوں کا یہ خاکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے شائع شدہ کشمیر کے مشہور مؤرخ ایم۔ ڈی۔ صوفی کی تاریخی کتاب "کشمیر" سے لیا گیا ہے۔

۲۔ مسئلہ کشمیر ماضی میں دونوں ملکوں کے مابین خونریز جنگوں کا موجب بنا ہے۔ جن میں دونوں طرف سے ہزاروں جانوں کے ضیاع کے علاوہ اربوں روپے کی املاک تباہ ہوئیں۔ اگر مسئلہ کشمیر منصفانہ طور پر حل نہیں ہوا تو مستقبل میں بھی ایسی ہی تباہ کاریاں بعید از امکان نہیں۔ کشمیر کی مکمل خودمختاری ہی دونوں ملکوں کو اس تباہی سے بچا سکتی ہے۔

۳۔ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے دونوں ملکوں میں جو کشیدگی رہی ہے، اس کے نتیجے میں دونوں ملک اپنے دفاع جیسی غیر پیداواری مد میں اربوں روپے سالانہ خرچ کر کے قومی معیشت پر بھاری بوجھ ڈالنے کے علاوہ بھاری قرضوں تلے دب گئے ہیں۔ کشمیر کی خودمختاری کی صورت میں یہ کشیدگی ختم ہو جائے گی اور دونوں ملکوں کے دفاعی اخراجات کم ہوں گے جس کے نتیجہ میں دونوں ملک اپنی اقتصادی ترقی پر زیادہ رقم خرچ کر سکیں گے جس سے دونوں ملک خوشحال ہو جائیں گے۔

۴۔ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے باہمی کشیدگی کے نتیجے میں دونوں ملک بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے پر وار کرتے رہتے ہیں جس سے دونوں کا بین الاقوامی امیج مجروح ہوتا رہا ہے۔ کشمیر کی خودمختاری کی صورت میں یہ کشیدگی ختم ہو جائے گی اور دونوں ملک ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں کی بجائے اتفاق و اتحاد سے بین الاقوامی معاملات میں تعمیری کردار ادا کر سکیں گے جس سے دونوں ممالک کا امیج ابھر جائے گا۔

۵۔ دونوں ملکوں کے مابین کشیدگی ختم ہونے کی صورت میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ تجارت کر سکیں گے جس سے دونوں کو فائدہ ہوگا۔

الغرض بھارت اور پاکستان دونوں کے لیے جموں کشمیر کی مکمل خودمختاری کے یہ فوائد اس نقصان سے کہیں زیادہ ہیں جو انہیں کشمیر کے علاقوں سے دستبردار ہونے سے ہوگا۔

اس سلسلے میں اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ کشمیر کی خودمختاری بھارت اور پاکستان کی رضامندی پر ہی منحصر نہیں۔ قوموں کی آزادی اس وقت تک ہی دوسروں کی مرضی کے تابع رہتی ہے جب تک محکوم قومیں محوخواب رہیں جونہی وہ جاگ جاتی ہیں ان کی ایک انگڑائی ہی ان کی آزادی کے غاصبوں کی نیندیں حرام کر دیتی ہے۔ برطانیہ برصغیر کی آزادی پر خوشی سے کب راضی ہوا اور کانگریس نے قیام پاکستان کی کتنی مخالفت کی لیکن ان دونوں باتوں کا نتیجہ؟ برصغیر بھی آزاد ہوا اور پاکستان بھی قائم ہوا۔ حالانکہ ظاہراً برصغیر برطانوی طاقت کے سامنے ہیچ تھا۔ مسلم لیگ کانگریس کے عشر عشیر کے برابر بھی نہیں تھی لیکن جہاں مقابلہ حق اور باطل کا ہو، فتح آخر حق کی ہی ہوتی ہے، خواہ وہ ظاہراً کتنا ہی کمزور کیوں نہ دکھائی دے۔ البتہ اس اصول کی واحد شرط یہ ہے کہ حق کے علمبردار باطل کے سامنے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیں۔ کشمیری عوام حصول آزادی کا عزم کریں تو جموں کشمیر کی خودمختاری دینے یا نہ دینے کا مسئلہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں کی مرضی کے تابع نہیں رہے گا۔ حق و باطل کی جنگ میں اپنے سے ہزاروں گنا طاقتور باطل کے خلاف حق کی فتح کے کرشمے الجزائر، ویت نام اور زمبابوے میں دیکھے جا چکے ہیں۔ کشمیر میں حق و باطل کی جنگ کا نتیجہ ان سے مختلف نہیں ہوگا۔

س 9: کشمیری انتہائی بزدل تصور ہوتے ہیں کیا وہ جنگ آزادی لڑ سکیں گے؟

ج: کشمیریوں کو فطرتاً بزدل تصور کرنا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ البتہ اس بات سے انکار نہیں کہ غلط اور مفاد پرست

لیڈرشپ نے کشمیریوں کو حصول آزادی کی جدوجہد کی بجائے ذاتی، گروہی اور علاقائی مفادات کے لیے تو اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کرا دینے اور جیل کی صعوبتیں برداشت کرنے سے گریز نہیں کرتے لیکن جب انہی لوگوں کو حصول آزادی کے لیے لڑنے کو کہا جائے تو انہیں سانپ سونگھ جاتا تھا اور ناموافق حالات اور ذاتی مجبوریوں کا رونا روتے تھے لیکن یہ صورتحال ان کی بزدلی کی دلیل نہیں تھی بلکہ ریاست کے دونوں طرف مفاد پرست، خودغرض، انقلابی روح سے محروم اور اقتدار پرست لیڈرشپ کی غلط رہبری کا نتیجہ تھی۔ لیڈروں نے اپنی ذات اور ذاتی، گروہی اور علاقائی مفادات کے لیے ان سے بڑی بڑی قربانیاں لیں لیکن کسی نے انہیں جدوجہد آزادی کی ترغیب یا تربیت نہیں دی۔ کشمیری اگر فطرتاً بزدل ہوتے تو ۱۹۴۷ء میں لاٹھیوں، کلہاڑیوں اور پرانی بندوقوں سے جدید اسلحہ سے لیس بھارتی اور ڈوگرہ فوجوں کا مقابلہ نہ کرتے نہ ہی بھارت کے دو ہوائی جہاز اغوا کرتے۔ کشمیری فطرتاً بزدل نہیں۔ وہ ان ہی کشمیریوں کی اولاد ہیں جنھوں نے اکبراعظم کی فوجوں کو دو بار شکست دے کر انہیں کشمیر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ ان میں سے کچھ انہی سردار سبز علی اور سردار ملی خان کی اولاد ہیں جنھوں نے غیر کی غلامی پر اپنی کھالیں اتروانے کو ترجیح دی تھی۔ ان میں سے بہت سے انہی لوگوں کی اولاد ہیں جنھوں نے گلگت اور سکردو میں ڈوگروں اور انگریزوں کی مشترکہ طاقت کو شکست فاش دی تھی چنانچہ جب لبریشن فرنٹ نے کشمیری نوجوانوں کو مفاد پرست قیادت کے چنگل سے ذہنی طور پر آزاد کرا کے انہیں ان کی صحیح قومی منزل دکھائی اور اس منزل تک پہنچنے کا راستہ دکھانے کے علاوہ انہیں مناسب زادِ راہ بھی فراہم کی تو انہیں ''بزدل'' کشمیری نوجوانوں نے جرات و بہادری کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ انہیں بزدلی کے طعنے دینے والوں کے سر ندامت سے جھک گئے۔

س10: جموں کشمیر کے اندر ریاست کی مکمل خودمختاری کی کسی تحریک کا وجود نہ پہلے تھا نہ اب نظر آتا ہے۔ کیا یہ نام نہاد تحریک آپ چند افراد تک محدود نہیں؟ اور کیا چند افراد کے مطالبے کو ایک قومی تحریک قرار دیا جا سکتا ہے؟

ج: یہ کہنا کہ ریاست کے اندر خودمختاری کی کسی تحریک کا وجود نہ پہلے تھا نہ اب ہے بہت بڑی غلط بیانی ہے۔ ریاست میں اس تحریک کا وجود ماضی میں بھی تھا اب بھی ہے اور گذشتہ ایک عشرے کے درمیان اس تحریک کو بہت تقویت ملی ہے۔ ماضی پر ایک سرسری نظر ڈالیے۔ ۱۹۴۶ء کی ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک خودمختاری کی ہی تحریک تھی۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ''جمہوریہ جموں کشمیر'' کی انقلابی حکومت کا قیام اسی تحریک کی عملی شکل تھی۔ مقبوضہ کشمیر میں آئین ساز اسمبلی اور اس کا بنایا ہوا آئین جس کے تحت ریاست کا اپنا صدر، اپنا وزیراعظم، اپنا پرچم اور اپنی قومی زبان تھی، مکمل خودمختاری کی طرف ایک اہم قدم تھا۔ ۱۹۵۳ء میں نیشنل کانفرنس نے مسئلہ کشمیر کے جو چار متبادل حل پیش کیے تھے پوری ریاست کی مکمل خودمختاری کو ان میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ جموں کشمیر لبریشن لیگ کی طرف سے آزاد حکومت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ بھی خودمختاری کی تحریک کی ایک شکل تھی۔ ۱۹۶۰ء کے آزاد کشمیر کے انتخابات میں ایک امیدوار (خواجہ غلام نبی گاکارانور) نے پوری ریاست کی مکمل خودمختاری کے منشور پر ہی صدارتی انتخاب لڑا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں آزاد جموں کشمیر و پاکستان کے کشمیری وکلاء، صحافیوں اور سیاسی کارکنوں پر مشتمل جو جموں

کشمیر انڈیپنڈنٹس کمیٹی بنی تھی اس نے واضح طور پر پرزور مطالبہ کیا تھا کہ پوری ریاست جموں وکشمیر کو ایک آزاد وخودمختار مملکت بنایا جائے۔ اس وقت بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر میں کئی تنظیمیں اعلانیہ طور پر اور کچھ دبی زبان سے ریاست کی مکمل خودمختاری کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ آزاد جموں وکشمیر میں بھی کئی تنظیمیں اعلانیہ طور پر خودمختاری کا مطالبہ کر رہی ہے اور کم از کم پانچ تنظیمیں خودمختاری کو اس مسئلہ جموں کشمیر کا ایک حل قرار دے رہی ہیں۔ جموں کشمیر لبریشن فرنٹ جو مقبوضہ جموں کشمیر، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور پاکستان سے لے کر مشرقی وسطیٰ، یورپ اور امریکہ تک پھیلا ہوا ہے اعلانیہ طور پر مکمل خودمختاری کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ریاست کے دونوں حصوں میں نوجوانوں اور طلباء کی بہت سی تنظیمیں بھی ریاست کی مکمل خودمختاری کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ ریاست کے متعدد جریدے اعلانیہ طور پر خودمختاری کے نظریئے کا پرچار کر رہے ہیں اس لیے یہ کہنا کہ ریاست میں مکمل خودمختاری کا کوئی وجود نہیں ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گزشتہ ایک عشرے کے دوران یہ تحریک ریاست کے دونوں حصوں کے لوگوں کی واحد قدر مشترک بن گئی ہے کیونکہ آزاد جموں کشمیر میں الحاق بھارت کی کوئی تحریک نہیں۔ بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر میں تحریک الحاق پاکستان گزشتہ ایک عشرے میں بہت کمزور پڑ گئی ہے جبکہ خودمختاری کی تحریک ریاست کے دونوں حصوں کے علاوہ بیرون ریاست بھی ہے۔ آج جس محب وطن کشمیری کے دل میں جھانکیں وہاں اس نظریئے کا وجود ملے گا۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سے لیڈر اور بہت سی پارٹیاں مصلحتاً ذاتی اور گروہی مفادات کے تحت یا زیرعتاب آنے کے ڈر سے اپنے اصل نظریات کا اظہار اعلانیہ طور پر نہیں کرتیں۔ آج سے ایک ڈیڑھ عشرہ قبل ریاست کے دونوں طرف خودمختار جموں کشمیر کے نظریئے کے حامل لوگوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور آج صورتحال یہ ہے کہ اس نظریئے کے مخالفین کو غلامانہ ذہنیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ ریاست کے دونوں طرف کی اہم سیاسی پارٹیوں پر مشتمل اتحاد خودمختار جموں کشمیر کو کم از کم تھرڈ آپشن کی صورت میں تسلیم کرتے ہیں اور یہ تبدیلی لبریشن فرنٹ کی جہد مسلسل اور صبر واستقلال کا نتیجہ ہے۔

س 11: کشمیر ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ یہ آزاد وخودمختار کیسے رہ سکتا ہے؟

ج: دنیا کے آزاد وخودمختار ممالک کی انفرادی آبادیوں اور رقبے کے پیش نظر ریاست جموں کشمیر کو ایک چھوٹا ملک قرار دینا حقائق سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

ریاست جموں کشمیر کی کل آبادی (جس میں بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر، آزاد جموں کشمیر اور گلگت بلتستان کی آبادی کے علاوہ پاکستان، بھارت اور بیرونی ممالک میں آباد کشمیریوں کی آبادی بھی شامل ہے) تقریباً سوا کروڑ ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے جاری شدہ مختلف ممالک کی انفرادی آبادی سے متعلق اعدادوشمار کے مطابق دنیا کے ۱۶۰ آزاد وخودمختار ممالک میں سے ۱۰۳ ممالک کی آبادی ریاست جموں وکشمیر کی مجموعی آبادی سے کم ہے یعنی آبادی کے لحاظ سے دنیا کے ۱۰۳ آزاد وخودمختار ممالک ریاست جموں کشمیر سے چھوٹے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کشمیر کی کل آبادی کے تقریباً تیس چھوٹے ممالک کی مجموعی آبادی سے زیادہ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے چھوٹا آزاد ملک بحر ہند میں واقع جزیرہ سیحلچز (SEYCHELLES) ہے جس کی آبادی صرف صرف بہتر ہزار

ہے۔ریاست جموں کشمیر رقبے میں دنیا کے تقریباً ستر آزاد ملکوں سے بڑی ہے۔اگر بہتر ہزار آبادی اور صرف ۲۸۰ مربع کلومیٹر رقبے والا سیچلیز ایک خودمختار ملک اور اقوام متحدہ کا ممبر بن سکتا ہے تو سوا کروڑ آبادی اور رقبے میں سیچلیز سے تقریباً پانچ سو گنا بڑا جموں کشمیر کیوں نہیں بن سکتا۔

س12: کشمیر اقتصادی لحاظ سے خودکفیل نہیں۔یہ آزاد کیسے رہ سکتا ہے؟

ج: یہ تاثر کہ ریاست جموں کشمیر اقتصادی لحاظ سے خودکفیل نہیں ہوسکتی بالکل غلط ہے۔اگرچہ گزشتہ تین عشروں کے دوران ریاست کی غیر یقینی صورتحال اس کی جبری تقسیم اس کے بہت سے قدرتی وسائل، بیرونی تجارت اور زرمبادلہ پر بھارت اور پاکستان کے قبضے اور اس کے بہت سے قدرتی تجارتی راستوں کے بند رہنے کی وجہ سے اس کی اقتصادی ترقی کم وبیش جمود کا شکار رہی ہے۔جس کے نتیجے میں یہ غلط تاثر ہوا ہے کہ ریاست میں اقتصادی ترقی کے امکانات بہت کم ہیں لیکن اس صورتحال کے باوجود آج بھی ریاست کی فی کس آمدنی دنیا کے نصف ممالک کی فی کس آمدنی سے زیادہ ہے۔

میں اعداد وشمار کی تفصیلات (جن کی اس مختصر سے کتابچے میں گنجائش نہیں) میں جائے بغیر پورے وثوق سے اور بلاخوف تردید یہ دعویٰ کرسکتا ہوں کہ اگر ریاست کی موجودہ جبری تقسیم کو ختم کیا جائے۔ریاست کے قدرتی وسائل ریاست ہی کے قبضے میں ہوں۔بین الاقوامی مالیاتی اداروں سے جموں کشمیر کا براہ راست رابطہ ہو۔بیرونی دنیا سے اس کی تجارت براہ راست ہو۔ریاست کی موجودہ غیر یقینی سیاسی صورتحال ختم ہوجائے۔اس کے عوام کو آزادی کا سانس لینے دیا جائے۔اس کا کمایا ہوا زرمبادلہ اس کے اپنے خزانے میں جائے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی اس کے اپنے ماہرین اقتصادیات کریں تو ریاست زیادہ سے زیادہ ایک عشرے (دس سال) میں برصغیر کی خوشحال ترین مملکت بن سکتی ہے۔

جموں کشمیر کی اقتصادی ترقی اور خوشحالی کے ان روشن امکانات سے قطع نظر کسی ملک کی اقتصادی کمزوری اس کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔آج دنیا کے نصف سے زیادہ آزاد ممالک کے عوام کی بھاری اکثریت بنیادی ضروریات زندگی ہی سے محروم ہے اور انتہائی مضبوط معیشتوں کے حامل دکھائی دینے والے ممالک حتیٰ کی روس اور امریکہ بھی قومی معیشت کی ہر ضرورت میں خودکفیل نہیں۔روس سالانہ لاکھوں ٹن اناج درآمد کرتا ہے جبکہ امریکہ جدید دنیا کی بنیادی ضرورت پٹرول میں دوسروں کا محتاج ہے لیکن ان ممالک کی اس محتاجی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آزاد نہیں رہ سکتے۔

س13: جموں کشمیر کی اپنی کوئی بندرگاہ نہیں۔وہ بیرونی دنیا سے تجارت کیسے کرسکتا ہے؟

ج: یہ بات صحیح ہے کہ جموں کشمیر کی اپنی بندرگاہ نہیں ہے۔اس کے چاروں طرف خشکی ہے۔ہمیں آج کی دنیا میں کسی ملک کی اقتصادیات میں بندرگاہ کی اہمیت سے بھی انکار نہیں لیکن کسی ملک کی اپنی بندرگاہ نہ ہونا اس ملک کو آزادی سے محروم رکھنے کا کوئی جواز فراہم نہیں کرتا۔بندرگاہ ایک آزاد ملک کے لیے اہم ضروری ہے لیکن ناگزیر نہیں۔آج دنیا میں ۲۵ آزاد وخودمختار ممالک ایسے ہیں جن کی اپنی کوئی بندرگاہ نہیں لیکن ان ممالک کے پاس اپنی بندرگاہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں آزادی سے محروم رکھا جاتا۔دنیا دیکھ رہی ہے۔بندرگاہ سے محروم یہ ممالک اقتصادی طور پر نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دن بدن ترقی

بھی کر رہے ہیں۔ خود ہماری ہمسائیگی میں افغانستان، نیپال اور منگولیا اپنی بندرگاہوں سے محروم ہیں لیکن صدیوں سے زندہ چلے آ رہے ہیں اس لیے کشمیر کی اپنی بندرگاہ نہ ہونا اس کی خودمختاری کے خلاف کوئی جواز فراہم نہیں کرتا۔

س14: جموں کشمیر اپنے سے کئی گنا طاقتور ملکوں کے درمیان واقع ہے وہ اپنا دفاع کیسے کر سکتا ہے؟

ج: جہاں تک خودمختار جموں کشمیر کے دفاع کا تعلق ہے، اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ کشمیر ایسے ملکوں میں گھرا ہوا ہے جن میں سے کسی ایک سے بھی وہ فوجی تصادم کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ اتنی ہی درست ہے کہ آج کی دنیا میں قوموں کو زندہ رہنے کے لیے فوجی طاقت سے کہیں زیادہ ضروری ٹھوس حکمت عملی پر مبنی خارجہ پالیسی ہے۔ دنیا کی حالیہ تاریخ اور موجودہ حقائق ایسی بے شمار مثالیں پیش کرتے ہیں جہاں اپنے سے کئی گنا بڑے ملکوں کے درمیان گھرے ہوئے چھوٹے ممالک تو اپنی ٹھوس حکمت عملی کی وجہ سے محفوظ رہے اور محفوظ ہیں جبکہ بڑے اور انتہائی طاقتور ملک اپنی غلط پالیسیوں کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں صرف چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

سوئٹزرلینڈ دو انتہائی طاقتور اور باہمی متحارب ملکوں (جرمنی اور فرانس) کے درمیان واقع ایک اتنا چھوٹا ملک ہے کہ جنگ عظیم دوران دونوں میں سے کوئی بھی اسے چند دن میں فتح کر سکتا تھا اور ایسا کرنا دونوں کی سیاسی اور فوجی ضرورت بھی تھی لیکن اپنی ٹھوس حکمت عملی اور خارجہ پالیسی کی وجہ سے دونوں انتہائی تباہ کن عالمی جنگوں میں وہ محفوظ رہا۔ اس کے برعکس جرمنی فوج اور مہلک ترین ہتھیاروں کے لحظ سے اتنا طاقتور تھا کہ اگر وہ مناسب حکمت عملی اختیار کرتا تو ساری دنیا کو فتح کر سکتا تھا لیکن اپنی غلط حکمت عملی کی وجہ سے وہ ربع صدی کے عرصے میں دو بار تباہ ہو گیا۔

یورپ میں آسٹریا اور سویڈن بڑے اور طاقتور ملکوں کے درمیان گھرے ہوئے دو بہت ہی چھوٹے ملک ہیں۔ دونوں نے صحیح معنوں میں غیر جانبدار پالیسی اختیار کر رکھی ہے چنانچہ انہیں ساری دنیا عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور دونوں ملک بین الاقوامی معاملات میں اہم تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے دو سابق سیکرٹری جنرل انہی دو ملکوں کے باشندے تھے۔ سوئٹزرلینڈ کو بھی دنیا عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور جب بھی کسی دو ملکوں کے سفارتی تعلقات منقطع ہوتے ہیں اکثر حالات میں سوئٹزرلینڈ ہی دونوں کے سفارتی فرائض انجام دیتا ہے۔

آزاد و خودمختار جموں کشمیر بھی اپنے دفاع اور خارجہ پالیسی میں سوئٹزرلینڈ، آسٹریا اور سویڈن کے نقش قدم پر چل کر نہ صرف اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے بلکہ دنیا میں عزت واحترام کا مقام بھی حاصل کر سکتا ہے۔ خودمختار جموں کشمیر کے پاس اپنے دفاع کا دوسرا راستہ بھی ہے یعنی اپنے ہمسایہ ممالک میں سے کسی ایک کے ساتھ دفاعی معاہدے کرنا لیکن اسے یہ راستہ کسی انتہائی مجبوری کی صورت میں ہی اختیار کرنا ہوگا۔

قطع نظر اس حقیقت سے کہ جموں کشمیر اپنی حکمت عملی کے ذریعہ اپنی جغرافیائی سرحدوں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ کسی ملک کا دفاعی طور پر خودکفیل نہ ہونا اس کی آزادی کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ آج دنیا کا کوئی بھی ملک حتیٰ کہ روس اور امریکہ جیسے ملک بھی دفاعی حیثیت سے خودکفیل نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نیٹو اور وارسا پیکٹ کی کیا ضرورت تھی۔ خود بھارت اور پاکستان بھی اپنے ہمسایوں روس اور

چین کے مقابلے میں دفاعی طور پر بہت کمزور ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں آزاد رہنے کا حق حاصل نہیں۔

الغرض جموں کشمیر کی مکمل خودمختاری کے خلاف اس دلیل میں کہ وہ دفاعی حیثیت سے خودکفیل نہیں کوئی وزن نہیں۔

س15: کشمیری مذہبی، تہذیبی اور لسانی لحاظ سے کئی طبقوں اور حصوں کے علاوہ بھارت نواز اور پاکستان نواز لابیوں میں بھی منقسم ہیں۔ خودمختاری کی صورت میں انہیں متحد کیسے رکھا جا سکتا ہے؟

ج: اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ریاست جموں کشمیر مذہبی، تہذیبی اور لسانی حیثیت سے کئی حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور وہاں بھارت اور پاکستان کی مضبوط لابیاں بھی ہیں لیکن یہ صورتحال کسی طرح بھی کشمیر کی خودمختاری کے خلاف کوئی جواز پیش نہیں کر کرتی۔ آج کی دنیا میں درجنوں ملک جموں کشمیر کی نسبت کہیں زیادہ حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ بھارت ہی کو لیجیے وہاں درجنوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ملک کی نصف سے زیادہ آبادی قومی زبان ہندی سے آشنا تک نہیں۔ ملک میں نصف درجن سے زیادہ مذہبوں کے پیروکار ہیں اور خود ہندو مذہب کے پیروکار سماجی طور پر چار واضح طور پر مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں کے لوگوں کا طرز زندگی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں تک کہ رنگ اور شکل وشبہات بھی مختلف۔ وہاں سیاسی لحاظ سے انتہائی دائیں اور انتہائی بائیں نظریات کے حامل لوگ اور سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ملک میں چین نواز اور امریکہ نواز عناصر بڑی تعداد میں ہیں۔ اس کے باوجود بھارت ایک سیاسی اکائی چلا آ رہا ہے اگر بھارت اتنے تضادات کے باوجود ایک سیاسی اکائی کی حیثیت سے زندہ رہ سکتا ہے تو کشمیر کیوں نہیں رہ سکتا اگر آئندہ بھارت کے ٹکڑے ہو گئے تو اس کی وجہ بھارتی حکومت کی غلط پالیسیاں ہوں گی مذہبی، سماجی اور نسلی تضادات نہیں۔

جہاں تک بھارت نواز اور پاکستان نواز لابیوں کا تعلق ہے یہ لابیاں جموں کشمیر کی خودمختاری کے ساتھ ہی کمزور پڑ جائیں گی اور آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ ان عناصر کی بھاری اکثریت یا تو حقائق سے لاعلمی کی وجہ سے بھارت نواز اور پاکستان نواز بن گئی ہے یا محدود ذاتی مفادات کی خاطر اور یہ دونوں چیزیں خودمختار کشمیر کے قیام کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ قیام پاکستان سے پہلے پنجاب میں یونینسٹوں کی حکومت تھی اور صوبہ سرحد میں کانگریس کی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی دونوں عنصر پس منظر میں چلے گئے۔ یہی حال خودمختار جموں کشمیر میں بھی غیر ملکی لابیوں کا ہوگا۔

س16: ریاست کی مکمل خودمختاری سے کشمیریوں کو کیا فائدہ ہوگا؟

ج: اہل جموں کشمیر کے لیے ریاست کی مکمل خودمختاری کے فوائد تفصیل سے بیان کیے جائیں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب بن جائے گی لیکن اس کتابچے کی تنگ دامنی اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے میں چند اہم اور اجتماعی نوعیت کے فوائد ہی بیان کروں گا۔

۱۔ قومی آزادی بذات خود ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے قوم کا قومی تشخص بین الاقوامی سطح پر ابھر آتا ہے۔ آزاد اقوام اور ان کے افراد کو دنیا میں عزت واحترام ملتا ہے اور کشمیری خودمختاری کی صورت میں ہی اس نعمت کے حامل بن سکتے ہیں۔

۲۔ جموں کشمیر کی اپنی تاریخ اس حقیقت کی نشاندہی واضح طور پر کرتی ہے کہ اپنی طویل تاریخ کے دوران جب بھی جموں کشمیر ایک

آزاد خودمختار مملکت رہا وہ معاشی طور پر انتہائی خوشحال' سیاسی اور دفاعی طور پر انتہائی مستحکم اور اعلیٰ تہذیب وتمدن اور علم وہنر کا گہوارا رہا چنانچہ اسے دوسروں خاص کر اس کے ہمسایوں کی طرف سے عزت واحترام ملا۔ اس کے برعکس جب بھی وہ دوسروں کے تسلط میں چلا گیا خواہ وہ اشوک کی غلامی تھی یا مغلوں کی' افغانوں کی تھی یا کہ سکھوں کی یا کسی اور کی۔ وہ معاشی' سیاسی اور تمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں چلا گیا۔ تاریخ کا یہ عمل بھی جاری رہے گا اور جموں کشمیر آزاد خودمختاری کی صورت میں عظمت کی بلندیوں اور غلامی کی صورت میں ذلت کی پستیوں کو چھوتا رہے گا اگر جموں کشمیر ایک آزاد خودمختار ملک بن گیا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے افق پر ایک بار پھر للتہ دتیہ' شہاب الدین اور بڈشاہ کے سنہری ادوار کا سورج طلوع نہ ہو اور اگر وہ آج کی طرح آئندہ بھی منقسم ومحکوم رہا تو اسے ان پستیوں میں پھر جا گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا جب اہل کشمیر سے بغیر معاوضے کے گھوڑوں اور گدھوں (بیگار کی بار برداری) کا کام لیا جاتا تھا جب عوام کے لیے بنیادی ضروریات زندگی طلب کرنے والے کشمیری راہنماؤں کو جھیل ڈل میں ڈبو دیا جاتا تھا جب کشمیری مسلمان کی جان کی سرکاری قیمت صرف اٹھائیس روپے مقرر تھی اور جب بیرونی غلامی قبول نہ کرنے والوں کی زندہ کھالیں اتاری جاتی تھیں۔

۳۔ بھارت یا پاکستان سے الحاق کی صورت میں ریاست کی پوری آبادی اپنے آپ کو محفوظ تصور نہیں کرے گی۔ الحاق پاکستان کی صورت میں ریاست کی غیر مسلم اقلیت اور الحاق بھارت کی صورت میں مسلم غالب اکثریت کے مفادات غیر محفوظ ہوں گے اور تقسیم جموں کشمیر ریاست کی پوری آبادی کے لیے ناقابل قبول ہے۔ ریاست کی مکمل خودمختاری ہی اس کی پوری آبادی کو محفوظ ومطمئن رکھ سکتی ہے۔

۴۔ کشمیری ذہن اعلیٰ ترین خصوصیات کا مالک ہے لیکن صدیوں کی مسلسل غلامی نے اسے زنگ آلود کر دیا ہے۔ گزشتہ صدی میں جو کشمیری خاندان ریاست سے ہجرت کر کے برطانوی ہند کے نسبتاً آزاد فضا والے علاقوں خاص کر پنجاب' یوپی اور بنگال میں جا آباد ہوئے اور ان کی اولادان نسبتاً آزاد فضاؤں میں پروان چڑھی تو اس کے قدرتی جوہر کھلے چنانچہ موجودہ صدی کے پہلے نصف کے برطانوی ہند پر ایک نظر ڈالیں تو قومی زندگی کے ہر شعبے میں اہم ترین مقامات پر کشمیری نژاد اور زعما کی اکثریت نظر آئے گی۔ آزادی کے بعد بھی بھارت میں کشمیری پنڈت اور پاکستان میں کشمیری نژاد افراد قومی زندگی کے اہم شعبوں میں انتہائی اہم پوزیشنوں میں ہیں۔

- ۱۹۸۰ء میں اقوام متحد میں پاکستان کے سفیر (نیاز نائیک) بنگلہ دیش کے سفیر (خواجہ محمد قیصر) اور بھارتی مشن کے ایک اعلیٰ افسر کشمیری نژاد تھے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ اور مختلف شعبوں میں بھی کشمیری اعلیٰ عہدوں پر ہیں بلکہ ایک بار میں نے نائیک صاحب سے مذاقاً کہا بھی کہ یہاں ڈھائی سفیر کشمیری ہیں اور کسی اجلاس یا کمیٹی میں کشمیر کا نام تک سنائی نہیں دیتا۔

الغرض کشمیری ایک انتہائی ذہین قوم ہیں اگر اسے آزادی میں سانس لینے کا موقع ملے تو اس کے جوہر کھلیں گے اور وہ قومی زندگی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی ذہانت کے جوہر دکھا کر اپنے قومی مستقبل کے سلسلے میں نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی امن اور بنی نوع انسان کی خوشحالی اور ترقی کے لیے تعمیری کردار ادا کر سکتی ہے۔ جس سے اس کا اپنا قومی امیج بھی بلند ہو جائے گا۔

۵۔ مکمل خودمختاری کی صورت میں کشمیر بیرونی دنیا خاص کر اپنے ہمسایوں سے براہ راست تجارت کر سکے گا جو اس کے بہترین اقتصادی مفاد میں ہے۔ کشمیر کی بہت سی برآمدات کے لیے بھارت میں بہترین مارکیٹ ہے۔ پاکستان میں نہیں جبکہ دوسری برآمدات کے لیے پاکستان میں بہتر مانگ ہے۔ بھارت میں نہیں۔ اس طرح کچھ درآمدات پاکستان سے سستی مل سکتی ہیں اور دوسری بھارت سے۔ اپنی خودمختاری کی صورت میں جموں کشمیر دونوں سے اپنی مرضی اور مفاد کی تجارت کر سکتا ہے۔ خودمختاری ہی کی صورت میں اپنے کمائے ہوئے بھاری زرمبادلہ پر جموں کشمیر کا اپنا کنٹرول ہوگا جبکہ اس وقت بھارت اور پاکستان کا ہے۔ علاوہ ازیں خودمختاری کی صورت میں دونوں ملکوں کے سیاح جموں کشمیر آ سکیں گے اور دونوں ملکوں میں آنے والے بیرونی دنیا کے سیاح بھی کشمیر آنا ضروری تصور کریں گے۔ اس طرح سیاحت ایک بار پھر کشمیر کی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گی۔

۶۔ ایک خودمختار اور غیر جانبدار جموں کشمیر صحیح معنوں میں ایشیا کا سوئٹزرلینڈ اور سرینگر ایشیاء کا جنیوا بن سکتا ہے جہاں لاکھوں کروڑوں سیاحوں کو ذہنی سکون اور جسمانی صحت ملے گی اور جہاں عالمی لیڈر اور سفارت کار بہترین آب و ہوا سے مستفید اور قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے عالمی مسائل کو حل کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ اس طرح جموں کشمیر عالمی امن و انصاف کے حصول میں میزبان کی حیثیت سے ایک تعمیری کردار ادا کرے گا جس سے عالمی سطح پر اس کا امیج بڑھے گا۔ الغرض ریاست کی مکمل خودمختاری کے یہ چند فوائد ہی اسے الحاق کے مقابلے میں واضح طور پر اور کہیں زیادہ ترجیحی بنا دیتے ہیں۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات کے لیے میرے کتابچے ''خودمختار کشمیر کیوں'' کا مطالعہ کیجیے۔

س 17: خودمختار جموں کشمیر کا سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کس طرز کا ہوگا؟

ج: اپنے لیے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کا انتخاب حصول آزادی کے بعد ریاستی عوام ہی کریں گے اور ظاہر ہے وہ اسی نظام کا انتخاب کریں گے جو ریاستی عوام اور ریاست کے بہترین مفاد میں ہوگا۔ آزادی کا ایک انتہائی اہم فائدہ یہ بھی تو ہے کہ عوام خود ہی اپنے لیے نظام مملکت کا انتخاب کریں گے جبکہ الحاق کی صورت میں نئی دہلی یا اسلام آباد والوں کا منتخب کیا ہوا نظام ان پر مسلط ہوگا خواہ وہ ریاست کے مفاد میں ہو یا نہ ہو یا ریاستی عوام کے لیے قابل قبول ہو یا نہ ہو۔

جہاں تک ہماری تنظیم جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کا تعلق ہے ہم نے اپنے آئین میں اپنے سیاسی نظریات سے متعلق آرٹیکل میں ''آزادی'' کی تشریح کرتے ہوئے ریاست کے آئندہ سیاسی، معاشی، سماجی اور معاشرتی نظام کے بارے میں اپنے نظریات کے مطابق ایک خاکہ پیش کیا ہے اور ہماری کوشش ہوگی کہ خودمختاری کے حصول کے بعد ریاست میں اسی خاکے پر مبنی نظام مملکت قائم ہو البتہ اگر عوام کی اکثریت کسی اور نظام کے حق میں فیصلہ دے تو ہم اکثریتی رائے کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ ہمارے آئین میں لفظ ''حتمی آزادی'' کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کی حتمی منزل حتمی آزادی کا حصول ہے اور حتمی آزادی کی تعریف ہماری نظر میں یہ ہے کہ پوری ریاست جموں کشمیر کو ایک آزاد خودمختار مملکت بنانے کے بعد وہاں ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس میں:

الف: ہر شخص کو اس کی مرضی کے مطابق مذہبی، سیاسی اور معاشی عقائد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہو اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف کوئی قانون نہ بن سکے۔

ب: نظام مملکت جمہوریت، معاشی نصفت اور سماجی برابری کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہو۔

ج: عوام کو ان کی بنیادی ضروریات یعنی تعلیم، علاج، روزگار اور کاروباری مواقع مہیا کرنا اور بیروزگاروں کی مناسب مالی کفالت مملکت کے بنیادی فرائض میں شامل ہوں۔

د: ریاستی عوام کو بنیادی حقوق انسانی (تحریر، تقریر اور اپنے نظریات کے پرچار کی آزادی، جان و مال اور عزت کا تحفظ، نقل و حمل کی آزادی اور سیاسی، معاشی اور سماجی ترقی کے مواقع) حاصل ہوں۔

ر: کسی ریاستی باشندے یا طبقے سے اس کے عقیدہ، جنس، جائے سکونت، نسل یا زبان کی بنیاد پر امتیازی یا تعصبانہ سلوک نہ ہو اور ریاست کے کسی ایک علاقے یا نسلی، لسانی طبقے کو دوسرے علاقے یا طبقے پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ البتہ پوری ریاست کو تعلیمی اور اقتصادی لحاظ سے ایک سطح پر لانے کے لیے پسماندہ علاقوں اور طبقوں کو مناسب رفتار سے ترقی دی جائے۔

س18: کیا آپ کے پاس خودمختار مملکت جموں و کشمیر کے طرز حکومت اور معاشی نظام کے بارے میں کوئی واضح خاکہ ہے؟

ج: خودمختار مملکت جموں و کشمیر کے لیے طرز حکومت منتخب کرنا اس مقصد کے لیے ایک فرد ایک ووٹ کی بنیاد پر منتخب ہونے والی آئین ساز اسمبلی (CONSTITUENT ASSEMBLY) کا کام ہوگا اور وہ مملکت کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات اور انصاف کے اصولوں کے علاوہ مملکت کی حالیہ تاریخ، اس کے جغرافیائی حقائق اور عوامی مزاج کی روشنی میں مملکت کے لیے آئین (CONSTITUTION) مرتب کرے گی۔ البتہ ہماری نظر میں ایک جمہوری وفاقی پارلیمانی طرز حکومت ہی مملکت کے عوامی مزاج، اس کی وحدت و سالمیت اور اس کے سیاسی، مذہبی، معاشی اور جغرافیائی تقاضوں کو پورا کرسکتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ ریاست مذہبی، لسانی و زبان کے لحاظ سے۔ جغرافیائی اور مدنی لحاظ سے کئی حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور انصاف کے اصولوں اور مملکت کی سالمیت کا تقاضا ہے کہ ان میں سے کسی جغرافیائی حصے کے عام یا مذہبی، لسانی یا تمدنی طبقے کو احساس محرومی نہ ہو اس لیے ضروری ہے کہ پوری مملکت چھ صوبوں یعنی (۱) وادی کشمیر (۲) موجودہ آزاد کشمیر (۳) موجودہ گلگت بلتستان (۴) جموں جنوبی (غیر مسلم اکثریتی علاقے) (۵) جموں شمالی (مسلم اکثریتی علاقے) اور (۶) صوبہ لداخ پر مشتمل ہو۔ مرکز میں ایک قومی اسمبلی اور ایک سینٹ ہو۔ قومی اسمبلی میں ہر صوبے کو اس کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی ہو جب کہ سینٹ میں ہر صوبے کو برابر (ترجیحاً دس دس ممبر) نمائندگی ہو۔ صوبوں کو مناسب اندرونی خودمختاری حاصل ہو۔ ہر صوبے کی اپنی صوبائی اسمبلی ہو اور صوبائی حکومت صوبے کے اندرونی معاملات کی ذمہ دار ہو۔ مرکزی حکومت کے پاس امور خارجہ، دفاع، مواصلات بیرونی تجارت، کسٹمز اور مرکزی ٹیکس اور کرنسی وغیرہ کے شعبے ہی ہوں۔

مملکت کے معاشی نظام کا انتخاب مملکت کے ماہرین معاشیات (ECONOMIC EXPERTS) کریں گے۔ البتہ ہماری نظر میں (MIXED ECONOMY) کا نظام ہی مملکت کی معاشی ضروریات کو پورا اور اسے معاشی ترقی کی راہ پر تیزی سے

گامزن کرسکتا ہے یعنی مملکت کی معیشت سے متعلق کچھ معاملات مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے کنٹرول میں ہوں اور اور کچھ نجی اور نیم سرکاری/ غیر سرکاری اداروں کے کنٹرول میں۔ البتہ معاشی اور اقتصادی پالیسی مرتب کرتے وقت دوسرے متعلقہ معاملات کے علاوہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ مملکت کی معاشی دولت (ECONOMIC WEALTH) سے مملکت کے ہر علاقے اور ہر طبقے کے عوام یکساں طور پر مستفید ہوں۔

س19: ریاست کی خودمختاری کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

ج: حصول آزادی کے لیے بنیادیات یہ ہے کہ اس کے لیے ہم کشمیری خود جدوجہد کریں۔ ماضی میں مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے اور ہمارے آزادی سے محروم رہنے کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس سلسلے میں خود جدوجہد کرنے کی بجائے دوسروں کو اپنا وکیل بنایا۔ اگر ہمیں آزادی حاصل کرنی ہے تو دوسروں پر کلی طور پر تکیہ کرنے کی بجائے ہمیں خود جدوجہد کرنی ہوگی جواب ہو رہی ہے۔

کسی اعلیٰ وارفع مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلی شرط اور پہلا قدم یہ ہے کہ متعلقہ لوگ اس مقصد کی افادیت اور اہمیت کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اس کے حصول کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر اس کے لیے جسمانی، ذہنی، مالی اور وقت کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ مقصد کی افادیت سمجھنے میں میں ایک بار پھر زور دوں گا اس لیے کہ جب تک کسی مقصد کی افادیت (اس کے فائدے) پوری طرح سمجھ میں نہ آئے وہ مقصد انسان کی زندگی کا نصب العین نہیں بن سکتا اور جب تک کوئی مقصد انسان کا نصب العین نہ بنے انسان اس کے حصول کی لیے کسی قسم کی قربانی دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

ریاست کی مکمل خودمختاری کی افادیت ذہن نشین ہونے اور اس کا حصول آپ کا نصب العین بن جانے کے بعد اس سلسلے کا دوسرا قدم یہ ہے کہ آپ اس مسئلے پر ذی شعور لوگوں سے تبادلہ خیال کریں اور انہیں مسئلہ کی افادیت سمجھائیں اور خودمختاری کے خلاف اعتراضات کا مدلل جواب دیں۔ ساتھ ہی حصول خودمختاری کی داعی تنظیم میں شامل ہو جائیں اگر آپ کے شہر یا علاقے میں اس تنظیم کی کوئی شاخ نہیں تو آپ اپنے قریبی اور ہم خیال دوستوں کے تعاون سے اپنے ہاں اس تنظیم کی شاخ (حالات موافق نہ ہونے کی صورت میں خفیہ طور پر) قائم کریں اور تنظیم کے مرکز سے رابطہ قائم کریں۔ مرکزی تنظیم آپ کی مناسب رہبری کرے گی اور مواد فراہم کرے گی۔

جہاں تک حصول آزادی کے لیے جدوجہد کے لیے طریقہ کار کا تعلق ہے، دور جدید میں یہ جدوجہد تین محاذوں پر ہوتی ہے یعنی سیاسی جدوجہد، مسلح جدوجہد اور سفارتی جدوجہد اور یہ تینوں محاذ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں یعنی ہر محاذ پر ہونے والی جدوجہد باقی دو کو تقویت پہنچاتی ہے اور جب تک تینوں میدانوں میں جدوجہد نہ ہو اس کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلتے۔ تحریک آزادی کشمیر کے سلسلے میں تینوں محاذوں کی نوعیت اور ان پر جدوجہد کرنے کے طریقہ کار سے متعلق مندرجہ ذیل امور بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

مسلح جدوجہد

مسلح جدوجہد کی تفصیلات بوجوہ اس کتابچے میں بیان نہیں کی جا سکتیں البتہ جنہیں اس سے دلچسپی ہو وہ ہمارے کتابچے "جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے حریت پسندوں کے لیے حکمت عملی اور ضابطہ اخلاق" کا مطالعہ کریں۔

سیاسی جدوجہد

تحریک آزادی کشمیر کے سلسلے میں ہماری سیاسی جدوجہد تین سمتوں میں ہونی لازمی ہے۔ ہماری پہلی توجہ اپنے عوام کی طرف ہونی چاہیے اور اس کا مقصد انہیں قومی آزادی کی افادیت اس کے حصول کے سلسلے میں ان کے فرائض سے آگاہ کرنا اور ان فرائض کی ادائیگی کے لیے انہیں ذہنی طور پورا تیار کرنا، ہونا چاہیے۔ سیاسی جدوجہد میں ہمارا دوسرا میدان بھارت اور پاکستان کے عوام، حکومتوں، سیاسی پارٹیوں، ذرائع ابلاغ اور ادیبوں و دانشوروں پر مشتمل ہونا چاہیے اور انہیں ٹھوس دلائل کی مدد سے بتایا جائے کہ ریاستی کی مکمل خودمختاری کشمیری عوام ہی کے نہیں خود بھارت اور پاکستان کے بھی بہترین قومی مفاد میں ہے۔ اس کے ساتھ سیاسی طور پر دونوں حکومتوں پر دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔ ہماری جدوجہد کا تیسرا رخ اندرون ریاست ان یا سی عناصر کی طرف ہونا چاہیے جو حصول اقتدار اور ذاتی، گروہی یا علاقائی مفادات کے لیے ہماری آزادی کی مخالف قوتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اس جدوجہد کا مقصد ان عناصر کو عوام کے سامنے ننگا کر کے انہیں سیاسی موت سلانا ہونا چاہیے۔

سیاسی جدوجہد کے تینوں میدانوں میں ہم ذاتی رابطوں، خط و کتابت، پبلک جلسوں اور مظاہروں، مضامین، اخباری بیانات اور لٹریچر کو اپنے موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ سیاسی جدوجہد کے ان تینوں خاص کر پہلے دو میدانوں میں ہمیں جوش کی بجائے ہوش۔ کرختگی کی بجائے ٹھوس دلائل اور غیر مصدقہ کہانیوں کی بجائے نا قابل تردید واقعات اور مستند اعداد و شمار سے کام لینا ہوگا۔ خاص کر بھارت اور پاکستان کے عوام کے سامنے اپنا کیس، ٹھوس، مدلل اور دوستانہ انداز میں پیش کر کے ان کی حمایت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

سفارتی جدوجہد

دور جدید میں بین الاقوامی مسائل خاص کر تحاریک آزادی کے لیے بین الاقوامی رائے عامہ کی حمایت خاصی اہمیت کی حامل ہے لیکن تحریک آزادی جموں کشمیر اب تک اس حمایت سے محروم رہی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کشمیری روائیتی سیاسی پارٹیوں نے اس محاذ پر کوئی سیاسی توجہ نہیں دی اور بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے بین الاقوامی سطح پر مسئلہ جموں کشمیر کو اپنے مفادات کا جامہ پہنا کر پیش کیا جس کے نتیجے میں عالمی سطح پر یہ تاثر ابھر گیا کہ یہ مسئلہ کشمیری قوم کی آزادی کا مسئلہ نہیں بلکہ بھارت اور پاکستان کے مابین ایک علاقائی تنازعہ ہے چونکہ دنیا کا کوئی بھی ملک یا ادارہ دو ملکوں کے مابین کسی علاقائی تنازعہ میں داخل اندازی کر کے فریقین میں سے کسی ایک کی دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ اس لیے دنیا آہستہ آہستہ مسئلہ کشمیر سے لاتعلق ہوگئی اور سلامتی کونسل کے ایجنڈے میں شامل رہنے

کے باوجود یہ مسئلہ بین الاقوامی اداروں اور حکومتوں کی توجہ حاصل نہ کرسکا۔ اگرچہ گزشتہ چند سالوں کے دوران جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کی کوششوں کے نتیجے میں اس مسئلے کی اصل نوعیت کو سمجھا جانے لگا ہے لیکن بین الاقوامی رائے عامہ اور آزادی پسند قوتوں کی عملی حمایت حاصل کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں ذاتی رابطوں، خط وکتابت، وفود، لٹریچر اور دیگر مناسب ذرائع سے عالمی رائے عامہ کو مسئلہ کشمیر کے پس منظر، مسئلے کی اصل نوعیت، بھارت اور پاکستان کے وعدے مواعید اور کشمیریوں کے قومی جذبات سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ہمیں انسانی حقوق اور تحاریک آزادی سے متعلق بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کر کے ان کی حمایت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

دورِ حاضر کی تحاریک آزادی کے یہ تینوں محاذ لازمی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تینوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم بھی ہیں۔ مسلح جدوجہد میں کامیابی آپ کی سیاسی اور سفارتی جدوجہد کو موثر بنا سکتی ہے۔ سیاسی جدوجہد میں کامیابی مسلح جدوجہد اور سفارتی جدوجہد پر مثبت اثرات ڈال سکتی ہے اور سفارتی جدوجہد میں کامیابی دوسرے دوشعبوں میں آپ کی کارکردگی کے مثبت نتائج کا باعث بن سکتی ہے۔

یہاں میں آپ کے اسی سوال سے متعلق دو ضمنی سوالوں کا بھی جواب دوں گا۔ جو ان لوگوں کے ذہنوں میں مسلط ہیں جن کے دل میں آزادی کی تڑپ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم اپنے سے سینکڑوں گناہ بڑے بھارت اور پاکستان سے اپنی آزادی چھین سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں ہمیں آبادی اور فوجی قوت کے اعداد وشمار میں جانے کی بجائے تحاریک آزدی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنی چاہیے جہاں سے ہمیں اس سوال کا واضح جواب ملے گا۔ ویت نام والے فرانس اور امریکہ کے مقابلے میں۔ الجزائر فرانس کے مقابلے میں اور زمبانوے اور نمیبیا والے مغربی سامراج کی پوری حمایت کی حامل نسل پرست حکومتوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے تھے لیکن ویت نامیوں، الجزائریوں، زمبانوے اور نمیبیا والوں نے آزادی حاصل کرلی۔ اس لیے کہ حق و باطل کی جنگ میں فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے بشرطیکہ حق کے علمبردار حصول آزادی کے لیے کمربستہ ہوں۔ اس کی مناسب منصوبہ بندی کریں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے لیے جانی، جسمانی اور مالی قربانیاں دیں اگر آپ نے یہ ضروریات پوری کیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو آزادی سے محروم نہیں رکھ سکتی۔ یہ حق آپ کو ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔

ایک اور بات جو تحاریک آزادی کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے، یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ کہہ کر کہ ''تحریک میں مجھ ایک کی شرکت یا عدم شرکت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا'' اور کچھ یہ کہہ کر کہ ''میں تحریک کے کسی شعبے میں بھی کوئی عملی کردار ادا نہیں کر سکتا''، تحریک سے لاتعلق رہتے ہیں پہلی نوع کے لوگوں سے گزارش ہے کہ اگر قوم کا ہر فرد آپ کی ہی سوچ کو اپنائے تو ظاہر ہے تحریک کو فرشتے نہیں چلائیں گے۔ قطرہ قطرہ ہی دریا اور سمندر بنتے ہیں۔ اگر ہر قطرہ یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ مجھ ایک سے دریا اور سمندر پر کوئی فرق نہیں پڑے گا تو ظاہر ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ دریا دریا رہے گا نہ سمندر سمندر۔ اس لیے قوم کے افراد کی یہ سوچ انتہائی خطرناک ہے اور اسی سوچ نے انتہائی اعلیٰ مقاصد کی حامل تحاریک کا خاتمہ کر دیا۔

دوسری نوع کے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ تحریک آزادی سے متعلق ہر تنظیم ایک مشین کی مانند ہے جس کا ہر پرزہ اہم ہے۔ تحریک آزادی میں منصوبہ ساز بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا اس پر عمل کرنے اور کرانے والا۔ ایک عام کارکن بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا عہدہ

دار۔ وقت دینے والا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا مالی مدد کرنے والا۔ جسمانی محنت کرنے والا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا ذہنی محنت کرنے والا۔ مسلح جدوجہد کا سپاہی بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا سفارتی سطح پر کام کرنے والا۔ الغرض ان تمام کے اشتراک عمل سے ہی تنظیمیں اور تحریکیں چلتی ہیں۔ قوم کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب' لکھا پڑھا ہو یا ان پڑھ' بوڑھا ہو یا جوان' مرد ہو یا عورت تنظیم اور تحریک کی اس مشین میں کہیں نہ کہیں فٹ ہوتا ہے اور کسی نہ کسی پرزے کا کام دے سکتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ میں تنظیم میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔ احساس ذمہ داری کے فقدان اور ذمہ داری سے فرار کے بہانے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس طرز فکر سے گریز ہر محب وطن کا فرض ہے۔

س20: آپ کے جوابوں سے محسوس ہوتا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے بارے میں آپ بھارت اور پاکستان کو برابر مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ کیا آپ کی تنظیم جدوجہد آزادی کے دوران بھی دونوں سے ایک جیسا رویہ رکھے گی؟

ج: اچھا ہوا آپ نے یہ سوال کر کے مجھے اس بارے میں وضاحت کرنے کا موقع دیا ورنہ شاید اس کتابچے کے جملہ قارئین کے ذہنوں پر یہی تاثر قائم ہو جاتا۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا یہ تاثر ہی غلط ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر کے بارے میں بھارت اور پاکستان کو با برمورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان کی مختلف حکومتوں کی غلط کشمیر پالیسی کی وجہ سے ہماری تحریک آزادی کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے جس کے لیے ہم پاکستان کی حکومتوں سے شاکی ہیں لیکن مسئلہ کشمیر کے بارے میں بھارت اور پاکستان کے مواقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بھارت ہمارے مسلمہ حق خودارادیت سے بالکل منکر ہے اور پوری ریاست کو اپنا اٹوٹ انگ گردانتا ہے۔ اس کے برعکس پاکستان محدود شکل میں ہی سہی (یعنی ہمارے حق کو بھارت اور پاکستان سے الحاق تک محدود کر کے) ہمارے قومی حق کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان نے ریاست یا اس کے کسی حصے پر آج تک اصولاً یا آئینی طور پر دعویٰ ملکیت نہیں کیا۔ (نوٹ) حال ہی میں گلگت بلتستان کو صوبہ بنا کر تحریک آزادی کو دانستہ طور پر نقصان پہنچایا گیا ہے) گو عملاً ریاست کے دو علاقے اس کے بالواسطہ اور بلاواسطہ کنٹرول میں ہیں۔ بھارت اور پاکستان میں ایک اور اہم فریق یہ بھی ہے کہ جہاں آزاد جموں کشمیر کے لوگ اور پاکستان میں مقیم کشمیری مہاجر اور ان کی سیاسی پارٹیاں مسئلہ جموں کشمیر سے متعلق اپنے موقف کو پوری آزادی سے پیش کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ خودمختار جموں کشمیر کے بارے میں لٹریچر بھی آزادی کے ساتھ تقسیم ہوتا ہے اور تقاریر اور پریس کانفرنسیں بھی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں قائم خصوصی عدالت نے گنگا کیس میں فیصلہ دیا کہ خودمختار جموں کشمیر کا مطالبہ کرنا کشمیریوں کا حق ہے۔ اس کے برعکس بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر میں مختلف پارٹیوں کو ایک دوسرے پر تنقید کرنے اور کیچڑ اچھالنے کی تو پوری چھٹی ہے اور پریس بھی حکومت اور پارٹیوں کی پالیسیوں اور کارکردگی پر کھلی تنقید کرتا ہے لیکن پوری ریاست کے مستقبل خاص کر خودمختاری کے نظریئے کے سلسلے میں پریس اور پارٹیاں آزاد کشمیر کی نسبت کہیں کم آزاد ہیں بلکہ یہ آزادی وہاں سرے سے ہی مفقود ہے جس کا ثبوت حکومت کی طرف سے آزادی پسند عناصر کے ساتھ ہونے والا سلوک ہے۔

ان حقائق اور دیگر بہت سی وجوہات کے پیش نظر ہم نہ تو اب بھارت اور پاکستان کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں نہ حتی الامکان

آئندہ ایسا کریں گے۔ ہاں اگر پاکستان کی حکومت، پاکستان کے عوام، پاکستان کی سیاسی پارٹیوں، اس کے ذرائع ابلاغ اور اس کے ادیبوں اور دانشوروں نے ہماری تحریک آزادی کے راستے میں بے جا رکاوٹیں کھڑی کر کے اسے دبانے کی کوشش کی تو ہمارا رویہ بھی بدل جائے گا جس کی ذمہ داری ہم پر نہیں خود ان پر عائد ہوگی۔

س 21: اہل جموں کشمیر، اہل پاکستان اور اہل بھارت کے لیے آپ کا کوئی مختصر پیغام؟

ج: میری اہل جموں کشمیر خاص کر نوجوان نسل سے گزارش ہے کہ وہ جوش کے اس شعر:

سنو اے ساکنان بزم گیتی، ندا یہ آ رہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اِک لمحہ ہے بہتر، غلامی کی حیات جاوداں سے

اور اقبال کے اس شعر:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

کو اچھی طرح سمجھیں۔ پہلا شعر ان کی اصل منزل کی نشاندہی کرتا ہے اور دوسرا اس منزل کے حصول کی جدوجہد سے متعلق سب سے اہم حقیقت کی۔ تمام کشمیری دونوں اشعار کو پوری طرح ذہن نشین کر کے ان کی روح کی روشنی میں اپنے فرائض انجام دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قومی آزادی ان کا مقدر نہ بن جائے۔ اہل پاکستان سے میری گزارش ہے کہ وہ اس مسئلے کو تنگ نظری اور خودغرضی کی بجائے وسیع النظری اور وسعت القلبی کی عینک سے دیکھیں۔ آزاد و خودمختار جموں کشمیر پاکستان کے لیے سیاسی، دفاعی، معاشی اور سفارتی لحاظ سے ریاست کی موجودہ پوزیشن کی نسبت کہیں زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس لیے کشمیر کی مکمل خودمختاری کی حمایت کرنا خود ان کے قومی مفاد میں ہے۔

جہاں تک بھارتی عوام کا تعلق ہے سب سے پہلے میں اس بات کی وضاحت کروں گا کہ ہم بھارتی عوام کے دشمن نہیں۔ ہماری دشمنی بھارتی حکومت اور اس کی جموں کشمیر پالیسی سے ہے۔ ہم بھارتی عوام پر یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کشمیر نے ایک نہ ایک دن بھارت سے الگ ہونا ہے۔ اس لیے کہ کسی قوم کو اس کی مرضی کے خلاف ہمیشہ کے لیے محکوم بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ آپ کی حکومت نے کشمیر پر قبضے کو دوام بخشنے کے لیے اب تک اربوں کھربوں روپے خرچ کیے، جنگیں لڑیں، کشمیریوں کو طاقت سے دبانے کی پوری کوششیں کیں لیکن اس سب کا نتیجہ؟ آپ کشمیریوں کے دل جیتنے میں پوری طرح ناکام رہے۔ ذرا آپ ظاہراً جے ہند کے نعرے لگانے والے کشمیریوں کے دلوں میں جھانک کر دیکھیں ان میں سے تین چوتھائی بھارتیت کے جذبات سے خالی نظر آئیں گے۔ کیا یہ بات بھارت اور جموں کشمیر دونوں کے مفاد میں نہیں کہ بھارت خون خرابے اور بین الاقوامی سطح پر ذلیل وخوار ہونے کے بعد کشمیر سے بھاگنے پر مجبور ہونے کا انتظار نہ کرے؟ اور کیا یہ بات زیادہ معقول نہیں کہ بھارت کشمیر پر جابرانہ قبضہ رکھنے پر جو بھاری رقوم خرچ کر رہا ہے اس سے اپنے بھوکے عوام کا پیٹ بھرے؟ کیا محبّ وطن بھارتیوں کو اس بات کا احساس نہیں کہ بھارت نے دنیا میں ایک عظیم جمہوریت اور آزادی پسند قوم کی حیثیت سے اپنا جو اونچا امیج بنایا تھا، تحریک آزادی جموں کشمیر کے ہاتھوں اس امیج کا جنازہ نکل رہا ہے۔ بھارتی حکومت سے تو ہمیں یہ امید نہیں کہ وہ اس سلسلے میں معقولیت کا راستہ اختیار کرے۔ البتہ ہم بھارت کے سنجیدہ اور

دور اندیش سیاسی لیڈروں، صحافیوں، دانشوروں اور ادیبوں سے گزارش کریں گے کہ اس مسئلے پر خود بھارت کے وسیع تر مفادات تاریخ کے واضح فیصلوں، اندرون جموں کشمیر جاری مسلح جدوجہد آزادی اور دیگر اہم حقائق کی روشنی میں غور کر کے اس پر ایک دانشمندانہ موقف اختیار کریں۔ ہماری نظر میں بھارت، پاکستان اور جموں کشمیر کی بہتری اسی میں ہے کہ پوری ریاست جموں کشمیر کو دوبارہ متحد کر کے اسے سوئٹزرلینڈ کی طرز پر ایک غیر جانبدار آزاد و خود مختار مملکت بنایا جائے۔

مجھے امید ہے کہ پاکستان اور بھارت کے محب وطن، وسیع القلب اور دور اندیش سیاسی لیڈر، دانشور اور صحافی اور سارے کشمیری ہماری ان گزارشات اور نظریات پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ یاد رکھیے ہمارا نظریہ خود مختار جموں کشمیر، بھارت یا پاکستان کی مملکتوں یا عوام سے دشمنی پر نہیں ہے بلکہ واضح حقائق اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ واضح حقائق اور ٹھوس دلائل پر مبنی نظریات کی حامل تنظیمیں اور تحریکیں عارضی ناکامیوں اور جدوجہد کی طوالت کے باوجود بالآخر اپنے راستے میں کھڑی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے نظریئے کی دیوار کو مسمار کر کے اسے تاریخ کی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہیں اور خود کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ کشمیر سے متعلق مختلف موضوعات پر
مصنف کی دوسری تصانیف

1	ہمارے نظریات	1968	کراچی
2	ایف ایل این۔الفتح اور کشمیری نوجوان	1969	کراچی
3	FREE KASHMIR	1970	کراچی
4	دستاویزی غلامی	1970	کراچی
5	اقبال جرم	1971	گلگت جیل
6	نیا دام لائے......	1972	لاہور
7	TO WORLD CONSCIENCE	1976	برمنگھم برطانیہ
8	THE TRAGIC STORY OF KASHMIR	1979	برمنگھم برطانیہ
9	نظریہ خودمختار کشمیر	1983	لیوٹن برطانیہ
10	شہید کشمیر مقبول بٹ	1985	لیوٹن برطانیہ
11	خودمختار کشمیر کیوں؟	1985	لیسٹر جیل برطانیہ
12	گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت	1987	کراچی
13	مسئلہ کشمیر اہل پاکستان کی عدالت میں	1987	کراچی
14	THE BETRAYED KASHMIR	1988	کراچی
15	لبریشن فرنٹ اور شہید کشمیر مقبول بٹ	1991	مظفرآباد
16	حریت پسندوں کے لیے حکمت عملی اور ضابطہ اخلاق	1991	مظفرآباد
17	شہید اشفاق مجید وانی	1991	مظفرآباد
18	کیا آپ جانتے ہیں؟	1991	راولپنڈی
19	INDIA V/S INDIA	1991	مظفرآباد
20	نظریہ خودمختار کشمیر کے مخالفین کے نام کھلا خط	1992	راولپنڈی
21	اہل پاکستان کی خدمت میں	1992	راولپنڈی
22	کشمیر کو 5 سال کے لیے اقوام متحدہ کی تحویل میں دینے کی تجویز	1992	راولپنڈی
23	In Search of PEACE WITH JUSTICE	1992	راولپنڈی
24	جہد مسلسل (سوانح عمری)	1992	راولپنڈی

شائع کردہ: جموں کشمیر لبریشن فرنٹ، جموں کشمیر

Central Information office: B-144, Satellite Town Rawalpindi Pakistan
Tel: +92-51-4425689 Telefex : +92-51-4450414
Email : jklf@isb.comsats.net.pk , Web : www independentjklf.org

Published By: Team JKLF